الحاج اقبال احمد خان صاحب
الامارات العربیہ المتحدہ

بوسنیا کے مصیبت زدہ بچے

سربی فوج کے مظالم اب بھی جاری ہیں، عالم اسلام یورپ اقوام متحدہ زبانی جمع خرچ کے علاوہ کچھ نہیں کر رہا، سرب مظالم کے بارے میں اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال کی مرتب کردہ رپورٹ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ رپورٹ ریکہ، ناروے اور ترکی کے ماہرین نے مرتب کی ہے۔

لڑائی کی تباہ کاریاں شکستہ اور تباہ شدہ عمارتوں سے تو واضح ہیں لیکن نفسیاتی اور غیر مرئی تباہی کہیں زیادہ رہی جس سے مسلمانوں کے تقریباً ۸۵ ہزار بچے متاثر ہوئے ان ۸۵ ہزار بچوں پر جنگ کے اثرات کا اندازہ لگانے کے لیے اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال نے امریکہ، ناروے اور ترکی کے ماہرین کو زحمت دی جنہوں نے بچوں کی حالت کے بارے میں بڑی ہولناک رپورٹ دی ہے۔ مبصرین کے درمیان اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ جیسا خون خرابہ اس جنگ کے دوران دیکھنے میں آیا اس سے قبل ایسی مثال نہیں ملتی۔ یونیسف کے مسٹر سٹیفن بی سٹوڑا اس گروہ میں شامل تھے جس نے سراجیو کا دورہ کیا وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس سے پہلے اتنے ہولناک مناظر نہیں دیکھے مسٹر سٹیفن نے کہا کہ میں ویت نام، کمبوڈیا، لبنان اور افغانستان جیسے جنگ زدہ علاقوں کا دورہ کر چکا ہوں مگر جو کچھ میں نے سابق یوگوسلاویہ میں دیکھا وہ میری نگاہوں سے پہلے کبھی نہیں گزرا۔

میں اور میرے رفقاء کار نے خواتین اور بچوں کے خلاف اتنی جارحیت کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ سراجیو کا دورہ کرنے والے وفد میں ہاورڈ میڈیکل سکول کے پروفیسر بیری برازلٹن بھی شامل تھے جنہوں نے اپنے ایک مضمون میں ایک ایسے پانچ سالہ بچے کا احوال بیان کیا ہے جو زغرب کے قریب ایک کیمپ میں تمام دن خیالی مکھیاں اڑاتا رہتا ہے اس پانچ سالہ بچے کو اس کمرے میں رہنے پر مجبور کیا گیا تھا جہاں اس کے بڑے بھائی اور حاملہ بھاوج کی نعشیں رکھی گئی تھیں لیکن سٹیفن بی سٹوڑا کہتے ہیں کہ یہ پانچ سالہ بچہ ان بچوں سے پھر بھی بہتر ہے جن پر سکتے کا عالم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ذرا اس بچے کی آنکھوں کا تصور کیجئے جو آپ کو دیکھتا ہے اور آپ اس کا حال پوچھتے ہیں اس سے کہتے ہیں کہ وہ شہر سے باہر جانا پسند کرے گا اور وہ کوئی جواب دینے کی بجائے اس پہاڑ کی جانب دیکھتا رہتا ہے جہاں سے گولیاں چلائی جاتی ہیں یہ منظر دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جب بچے اپنے خوف کا اظہار کرنا بند کر دیں تو بچوں کے ڈاکٹر ایسی صورت حال کو "خاموش دہشت" کا نام دیتے ہیں۔ یونیسف

(بقیہ صفحہ ۵۹ پر)